خواتین کا اسلام

942
بدھ 29 رمضان 1442ھ مطابق 12 مئی 2021ء
Regd.No:MC1437

Zaiby Jewellers
Saddar
Since 1974
علماء کرام اور مدارس کے طلباء کے لیے خصوصی رعایت
نوٹ: زکوۃ کے حساب کیلئے فون پر رابطہ کر سکتے ہیں
Zaibun Nisa Street, Saddar, Karachi, Pakistan.
ph:021-35215455, 35677786

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن

اللہ کی بندگی

مسیح (علیہ السلام) کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی ننگ و عار یا تکبر و انکار ہرگز ہو ہی نہیں سکتا اور نہ مقرب فرشتوں کو، اُس کی بندگی سے جو بھی جی چرائے اور تکبر و انکار کرے۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا۔

﴿سورۂ نساء: آیت ۱۷۲﴾

الحدیث

جنت میں لے جانے والا عمل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے، جو مجھے جنت میں داخل کر دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک اللہ کی عبادت کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔'' اُس دیہاتی نے کہا: خدا کی قسم! میں نہ اس پر زیادتی کروں گا اور نہ کمی کروں گا۔﴿بخاری﴾

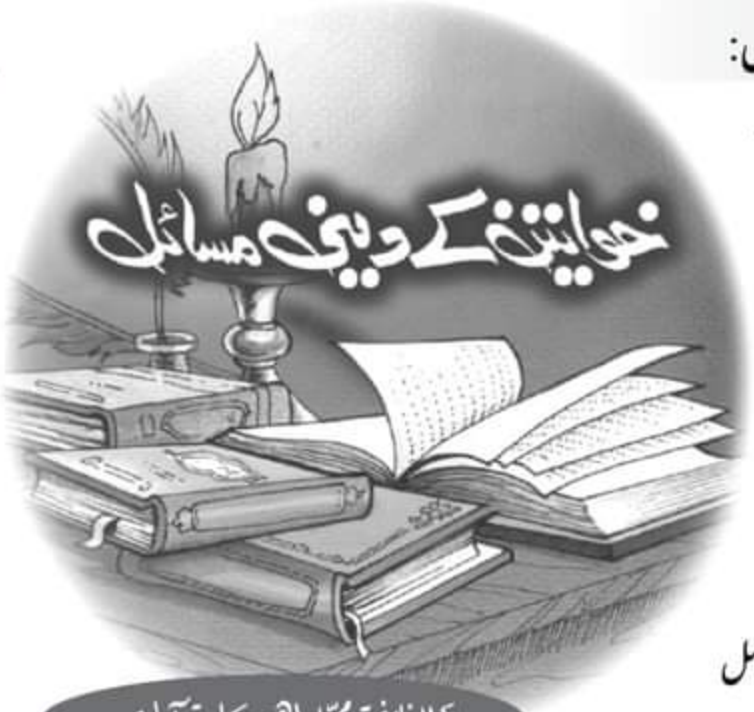

مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی

غسل میت میں بیری کے پتوں کا استعمال:

سوال: یہ مسئلہ پڑھا تھا کہ میت کو بیری کے پتے ڈال کر پانی سے نہلایا جائے۔ بیری کی بجائے اگر نیم کے پتے استعمال کیے جائیں تو درست ہے یا نہیں؟

(ر بنت ک، کراچی)

جواب: درست ہے، لیکن نیم کی کوئی خصوصیت نہیں، بیری کے پتوں کا ذکر صحیح حدیث میں ہے، اس لیے فقہاء نے اہتمام سے ان کا ذکر کیا ہے۔ مگر یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اصل مقصود نظافت اور صفائی ہے۔ یہ مقصد آج کل صابن سے بطریقِ اولیٰ حاصل کیا جا سکتا ہے، کوئی چیز میسر نہ ہو تو نیم گرم سادہ پانی ہی کافی ہے۔

ویغسل المیت بماء وسدر او صابون لانه ابلغ فی النظافة وهی المقصود وفی حدیث ام عطیة فی غسل ابنته اغسلنها ثلاثاً او خمسا او اکثر من ذلک بماء وسدر واجعلن فی الاخرة کافورا (الفقه الحنفی وادلته 288/1)

ننگے سر وضو کرنا:

سوال: ننگے سر بیٹھ کر وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح وضو ہو جائے گا یا نہیں؟ (ایضاً)

جواب: کسی نامحرم کی نظر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو ننگے سر وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے، البتہ بے پردگی کا اندیشہ ہو (کہ نامحرم کی نظر پڑ جائے گی) تو ایسی صورت میں سر ڈھانپنا فرض ہے۔

خواتین کے لیے خطبہ جمعہ سننے کا حکم:

سوال: خطبۂ جمعہ کی آواز اگر گھر میں آ رہی ہے تو گھر کی خواتین بیٹھ کر خطبہ سنیں یا اپنے کام کاج میں مشغول رہیں؟ ایسے وقت ان کے لیے بات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (ایضاً)

جواب: خطبہ سننے کے مکلف صرف حاضرینِ جمعہ ہیں، لہٰذا خواتین اس دوران اپنے کام میں مشغول رہیں، بات چیت کریں، سب جائز ہے، خواہ خطبہ کی آواز گھر میں آ رہی ہو۔

جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا:

سوال: مسئلہ بتایا جاتا ہے کہ جوڑا باندھ کر نماز ادا کی جائے تو نماز نہیں ہوتی، لیکن کوئی عورت اگر بالوں کا جوڑا گدی پر بنا لے، جیسے آج کل بہت سی عورتیں کیچر لگا کر بناتی ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہ جوڑا گدی سے اچھا خاصا اوپر ہوتا ہے، لیکن سر کے اوپری حصہ پر نہیں ہوتا۔

(ر۔ بنت ک۔ کراچی)

جواب: گدی کے اوپر بال جمع کر کے جوڑا باندھنا جائز ہے اور اس صورت میں نماز بلا کراہت جائز ہے، بشرطیکہ عورت اپنی ضرورت و سہولت کے پیشِ نظر یہ صورت اختیار کرے، کفار و فساق کی مشابہت یا فیشن پرستی مقصد نہ ہو، ورنہ حرام ہوگا۔ حدیث میں جوڑا باندھنے والی عورتوں کو جو شدید وعید سنائی گئی اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بال جمع کر کے سر کے اوپر جوڑا باندھتی ہیں۔

تشہد، سجدہ یا دعا میں اگر کلائیاں کھلی رہیں:

سوال: تشہد، سجدہ یا دعا کے دوران عورت کے ہاتھ کلائیوں تک کھلے رہیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (ایضاً)

جواب: عورت کی دونوں کلائیاں ستر میں شامل ہیں ان کو ڈھانپنا ضروری ہے، ہتھیلیاں ستر میں شامل نہیں، یہ کھلی رہیں تو حرج نہیں۔

☆☆☆

دماغ کی بدہضمی

جب ہم صحت مند معدے میں ہر وہ کھانے کی چیز انڈیلتے چلے جائیں، جو ہمارے سامنے آئے تو وہ پہلے پہل احتجاج کرتا ہے، پھر آخر کار بائیکاٹ کا نعرہ لگاتا ہوا کارکردگی دکھانا بند کر دیتا ہے اور ناراضی کے طور پر صحت مند غذا بھی ہضم کرنے سے یکسر انکار کر دیتا ہے، پھر آپ سبزی کھائیں یا گوشت آپ اسے ہضم نہیں کر پاتے۔ پیٹ خراب ہو جاتا ہے۔ کھانے پینے پر ہر ممکن کنٹرول لا کر نرم ترین غذا کھائی جاتی ہے۔ معدے کے ڈاکٹر کے پاس بھاگ بھاگ کر جانا پڑتا ہے، دواؤں کا کورس مکمل کر کے، مکمل پرہیز کر کے تب کہیں جا کر معدہ اپنی اصل کارکردگی پر واپس آتا ہے۔

جیسے معدہ جسم کا ایک جزو ہے، اسی طرح دماغ بھی بہت اہم جزو!

آپ اس میں فیس بک، واٹس ایپ، یوٹیوب، گوگل اور آن لائن شاپنگ ویب سائٹس پر ونڈو شاپنگ، وڈیوز تصاویر، ٹیکسٹ اور نجانے کیا کیا کچھ اِس بے چارے کی مرضی کے بغیر انڈیلتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ جانے بوجھتے ہوئے بھی کہ آپ کے دماغ نے آپ سے یہ ساری انفارمیشن، یہ ساری ویڈیوز، یہ ساری پوسٹس، ویب سائٹس نہیں مانگی تھیں۔ وہ تو بس یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ کل جو آپ نے واٹس ایپ پر میسج بھیجا تھا، اُس کا جواب آیا ہے کہ نہیں، لیکن آپ نے موبائل اٹھایا اور پھر آپ آپ نہ رہے۔ دنیا اِدھر سے اُدھر ہوتی رہی، لیکن آپ نے موبائل اور اپنے دماغ دونوں کی جان تبھی چھوڑی، جب موبائل کی بیٹری لو اور دماغ کو شدید قسم کی بدہضمی ہو چکی تھی۔

آپ کا دل کیوں نہیں کرتا اب کوئی بیان، کوئی تلاوت سننے پڑھنے کو، کیوں کہ آپ کا دماغ بدہضمی کا شکار ہو چکا ہے، وہ اب اچھی چیز کو بھی قبول نہیں کر رہا، وہ پریشان ہے، اداس ہے، بے چین ہے اور تکلیف میں بھی وہ سمجھتا ہے کہ اسے یہ ساری چیزیں نہیں چاہییں، لیکن آپ ہیں کہ سمجھ کر بھی نہیں سمجھ رہے۔

جناب! قسما قسم کی انفارمیشن جس کی دماغ نے سرے سے خواہش ہی نہیں، وہ سب کچھ اُس کے اندر انڈیلنا بند کریں یا تو موبائل اور سوشل میڈیا کا مثبت استعمال سیکھیں یا آپ موبائل کے استعمال سے رُک جائیں، کیوں کہ پھر آپ سہولت کے اہل ہی نہیں تھے۔ آپ نے اِس سہولت کو اپنی دماغی صحت کے لیے زحمت اور بے سکونی کا باعث بنا کر رکھ دیا ہے۔

خدارا! اپنے دماغ کو دوبارہ سے صحت مند بنائیں۔ وہ بیمار ہو گیا ہے، اُس کا علاج کروائیں معالج سے اور دل و دماغ کا معالج قرآن اور اللہ کا ذکر ہے۔ انھیں اللہ کے ذکر سے، قرآن کریم پڑھنے، سننے اور اُس میں تدبر کرنے سے سکون ملتا ہے۔

☆☆☆

آمنہ خورشید۔ اسلام آباد

پردہ

غیر محرم سے رہیں دور، کریں گر پردہ
دور کروائے گا ہر سختیِ محشر، پردہ

مائیں امت کی ہیں پاکیزہ یقیناً سب سے
اور اُن کے لیے جانا گیا بہتر، پردہ

غیر محرم کی نگاہوں کو جھکائے فوراً
میری بہنوں وہ اثر خیز ہے منتر، پردہ

سورۂ نور میں عورت کے لیے رب نے چنا
جاذبِ رحمتِ رحمٰن یہ زیور، پردہ

پھر پریشانی کی دلدل میں دھنسی جاتی ہیں
چھوڑ دیتی ہیں خواتین جو اکثر پردہ

آبرو ریزی کی خبریں بھی فسانہ ہوں پھر
کاش اے کاش! جو ہو جائے یہ گھر گھر پردہ

رب نے پردے میں چھپا رکھے ہیں سب کے اعمال
ورنہ عیبی ہیں کئی نیک بشر در پردہ

ہم عیاں اور نہاں ایک سا رکھیں مصعبؔ
جتنا باہر ہے اہم، اتنا ہی اندر پردہ

مصعب شاہین ۔ میانوالی

مدیر اعلیٰ : مفتی فیصل احمد
مدیر : انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان
مدیر مسئول : محمد فیصل شہزاد

''خواتین کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرِ تعاون: اندرون ملک 1000 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 18000 روپے، دو میگزین 20000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جا سکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

شکر کے پھول

حفصہ محمد فیصل

عبدالمنان صاحب اور نفیسہ بیگم کی دو بیٹیاں ماریہ اور ربیعہ اُن کی کل کائنات تھیں۔ اور وہ اپنی اس چھوٹی سے دنیا میں بہت خوش باش تھے۔ ہمیشہ رب کا شکر ادا کرنے والے یہ زوجین اپنے بچوں کو بھی یہی عادت سکھانا چاہتے تھے، لیکن ماریہ کی طبیعت اور مزاج میں نہ جانے کہاں سے ناشکرا پن آ گیا تھا۔

ناشکرے پن کے ساتھ ساتھ دل ہی دل میں بات طول دے کر بدگمانی کی طویل فہرست تیار کر لینا بھی اُس کی عادت ثانیہ بن گئی۔ امی جان اکثر اسے شکر کے فوائد اور کمالات بتا کر اس کی ذہن سازی کی کوشش کرتیں، لیکن ماریہ ناشکری کی عادت میں بہت آگے بڑھ چکی تھی۔ اب تو گویا پتھر سے سر پھوڑنے کے مترادف تھا، اور پھر شادی کے معاملے میں بھی کچھ ایسی باتیں ہوئیں کہ ماریہ کو اپنے نصیب ہی کھوٹے محسوس ہونے لگے۔ ناشکری کے ساتھ زندگی گزارنا کتنا کٹھن ہوتا ہے، ماریہ جیسی فطرت والے بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ احسن ایک خوب صورت دل کا مالک بااخلاق انسان تھا۔ ماریہ کی خوبیوں کا معترف، لیکن ماریہ نے شروع دن سے ہی اُس کی کم آمدنی کو لے کر دل میں اپنے والدین کے لیے بدگمانی کا بیج بو لیا تھا اور اسی سبب وہ خود خوش رہ پا رہی تھی نہ ہی احسن کو وہ خوشیاں دے پا رہی تھی جس کا وہ حق دار تھا اور اب ربیعہ کی ثروت مند گھرانے میں شادی ہونا جلتی پر تیل کا کام کر گیا تھا۔

ساری تقریب میں ماریہ اکھڑی اکھڑی رہی جسے امی اور احسن نے سب سے زیادہ محسوس کیا۔

''چلو! آج ہماری بیگم کو پزا کھلاتے ہیں۔'' احسن نے کالر جھاڑتے ہوئے کہا۔

''زیادہ سخی بننے کی ضرورت نہیں، سنبھال کر رکھیں یہ پیسے، پچھلے ماہ بھی چھبیس کو ہی جیب خالی ہو گئی تھی۔'' ماریہ نے منہ بنا کر کہا۔

احسن ماریہ کے اِس انداز پر بہت دل برداشتہ ہوا، لیکن خاموش رہا، یہی صلح جوئی اب تک دونوں کا نبھا کروا رہی تھی ورنہ ماریہ نے کسر تو کوئی نہ چھوڑی تھی۔

آج ربیعہ کی شادی کو ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ احسن کے بے حد اصرار پر ماریہ نے ربیعہ اور اُس کے میاں کی دعوت کی تھی۔ ماریہ نے اِس دعوت کی حامی اس شرط پر بھری تھی کہ سب کھانا باہر سے آئے گا۔ احسن پہلے تو سوچ میں پڑ گیا کہ اس طرح کی عیاشی سے ماہانہ خرچے کا شدید حرج ہو گا مگر ماریہ کے پھولے چہرے کو نارمل کرنے کا یہی ایک حل نظر آ رہا تھا۔ واقعی اِس دعوت سے ماریہ کی ریاکاری کو سکون

''ماشاءاللہ! میری بیٹی ہمیشہ ایسے ہی مسکراتی رہے۔''

امی جان نے ربیعہ کو شادی کے جوڑے میں مسکراتے دیکھ کر دُعا دی۔

''ہونہہ ساری دعائیں اسی کے لیے تو ہیں۔ مجھ سے تو پتا نہیں کون سی دشمنیاں نبھائی ہیں۔'' ماریہ نے کلس کر سوچا۔ ''میرا رشتہ طے کرنے میں کچھ نہیں دیکھا نہ گاڑی نہ بنگلہ نہ پڑھائی نہ اسٹیٹس اور ربیعہ کے وقت تو ہر چیز کو بہت اہمیت دی گئی۔ یہ ناانصافی نہیں ہے تو کیا ہے؟'' ماریہ اپنی سگی بہن سے ایسے خار کھا رہی تھی جیسی کوئی دشمن ہو۔

انسان جب رب کی لکھی تقدیر پر اعتراض شروع کرتا ہے تو یہی حسد اور جلن اس کا مقدر بنتے ہیں۔ ساری تقریب میں ماریہ کا چہرہ ناگواری کا تاثر دیتا رہا۔ ربیعہ کی رخصتی کے وقت بھی ماریہ نے بڑی بہنوں کی طرح اسے دعا نہیں دی، بلکہ کھنچی کھنچی سی رہی، جسے امی جان نے خصوصیت سے نوٹ کیا۔

''اچھا امی! میں بھی چلتی ہوں۔'' ماریہ نے شادی ہال سے ہی اجازت چاہی۔

'ارے! یہ کیسی غیروں والی باتیں کر رہی ہو۔ امی جان کو آج تو تمھاری خاص ضرورت ہے، انھیں اِس طرح اکیلا چھوڑ دو گی۔ آج ہم امی جان کے ہاں رکیں گے۔''

امی جان سے پہلے احسن نے ہی اسے ٹوک دیا۔

''ہاں بھئی، ایک دن کے آٹے راشن کی بچت جو ہو جائے گی۔''

ماریہ نے دل میں سوچا۔

.....☆.....

نصیب ہوا اور چہرے پر کچھ رونق نظر آئی مگر آخر میں جاتے جاتے جب ربیعہ کے شوہر نے اپنی نئی گاڑی کا دروازہ ربیعہ کے لیے کھولا تو ماریہ کا رنگ فق ہوگیا اور پھر آدھی رات تک ناشکری کے کلمات احسن کے کانوں میں زہر گھولتے رہے اور وہ اپنی بیوی کی ہدایت کے لیے اللہ سے دعا مانگتا رہا۔

''رمضان المبارک کی آمد میں ایک ماہ باقی ہے۔ اِس مبارک ماہ کی تیاری خود بھی کیجیے اور اپنے گھر والوں کو بھی اِس تیاری میں شامل کیجیے۔ صرف چھے کلاسوں میں شمولیت آپ کی زندگی کو ایک نیا رخ دکھائی گی اور رب کا قرب پانے میں معاون بنیں گی۔''

واٹس ایپ پر آئے اِس میسج نے احسن کو ایک نئی راہ دکھائی تھی۔

''دیکھو ماریہ! ہم کتنی غفلت میں جی رہے ہیں۔ صرف چھے کلاسیں وہ بھی اتوار کو ہمارے لیے نئی سوچ کا در وا کر دیں گی۔''

پہلے پہل تو ماریہ ٹال مٹول کرتی رہی مگر آخر کار احسن نے جلد ہی ماریہ کو منا لیا۔

.....☆.....

درسِ قرآن وحدیث میں جاتے ہوئے اسے چار اتوار گزر چکے تھے۔ ماریہ میں واضح بدلاؤ نظر آ رہا تھا۔ بات بات پر مشتعل ہونا اور جھگڑوں میں کمی احسن نے واضح محسوس کی تھی۔ جب کہ امی جان کو بھی اس کی طبیعت میں ٹھہراؤ نظر آ رہا تھا، جس کا ذکر انھوں نے احسن سے بھی فون پر کیا تھا۔

آج ہماری کلاس کا موضوع 'شکر' ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کی اِس پرفتن دور میں ہم سب کو ضرورت ہے۔ اپنی ذات کے متعلق گلے اور شکووں کی ہم پوری کتاب ترتیب دے سکتے ہیں، مگر رب کی نعمتیں، انعامات اور صلاحیتوں کی بات کریں تو ہم کہیں بھی 'الحمدللہ' نہیں کہتے۔ رب کریم کا قرآن میں وعدہ ہے کہ ''تم میرا شکر ادا کرو، میں تمھیں مزید نوازوں گا'۔ ایک بار حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کوہِ طور پر رب سے کلام کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک غریب اور مفلس شخص نے درخواست کی کہ ''اللہ سے کہہ کر میرے حصے کی ساری دولت ابھی دلوا دیجیے۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو نے کہا کہ پھر آئندہ زندگی میں کیا کرو گے؟ کہا آپ دعا فرما دیجیے، بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔

حضرت نے دعا کر دی اور چل دیے۔ کچھ عرصے بعد پھر اسی مقام سے گزر ہوا۔ دیکھتے ہیں کہ وہاں تو ایک بڑا مکان تعمیر ہوا ہے اور لنگر عام چل رہا ہے۔ پوچھا کہ ان سب کا نگران کون ہے؟

لوگوں نے اشارے سے بتایا۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے قریب گئے تو دیکھا یہ تو وہی شخص تھا۔

آپ کو دیکھ کر وہ شخص مسکرایا اور عرض کیا: ''آپ کے دعا کرنے پر مجھے اپنے حصے کی ساری دولت مل گئی، پھر میں نے اُس سے کاروبار کیا اور شکر کو اپنا کلمہ بنا لیا۔ 'الحمدللہ' کہنا میری عادت ثانیہ بن گئی اور اب یہ سب اسی کلمہ شکر کی کرامات ہیں۔''

تو عزیزو! اِس شکر کو ہلکا نہ سمجھو، یہ بہت اونچا کلمہ ہے۔ یہ بہت کرامات والی عادت ہے۔ بھائی، بہن کے اسٹیٹس دیکھ کر حسد کرنے کے بجائے، الحمدللہ کہیں۔ اپنے چھے فٹ کے جسم کے ہر ہر عضو پر شکر کیجیے، اپنے کام نمٹنے پر شکر کیجیے۔ دن میں اتنے مواقع آتے ہیں شکر کے کہ چوبیس گھنٹے کا ہر لمحہ شکر کی دعوت دیتا ہے اور جب یہ عادت انسان اپنا لیتا ہے تو پھر، حسد، بغض اور کینہ اس کے دل سے ناپید ہو جاتا ہے پھر یہ دل شکر کے مٹھاس سے لبریز ہو جاتا ہے۔

ماریہ کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں اور وہ فقط الحمدللہ کہے جا رہی تھی۔ احسن کے ساتھ وہ بمشکل گھر تک پہنچی اور پھر اس نے نارمل ہونے کے بعد امی جان اور ربیعہ کو فون کیا۔ اُن سے اپنے رویے کی معافی مانگی۔

آج چاند رات تھی اور آج اس نے اس اپنے من کو شکر کے پھولوں سے سجا کر اپنی ذات کو اندر سے مہکانا تھا۔

اُس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ وہ نیا چاند دیکھ کر رب سے اپنی استقامت کے لیے دعا گو تھی۔

آسمان پر چمکتا ہلال بھی اس کی ادا پر مسکرا رہا تھا۔ ☆☆☆

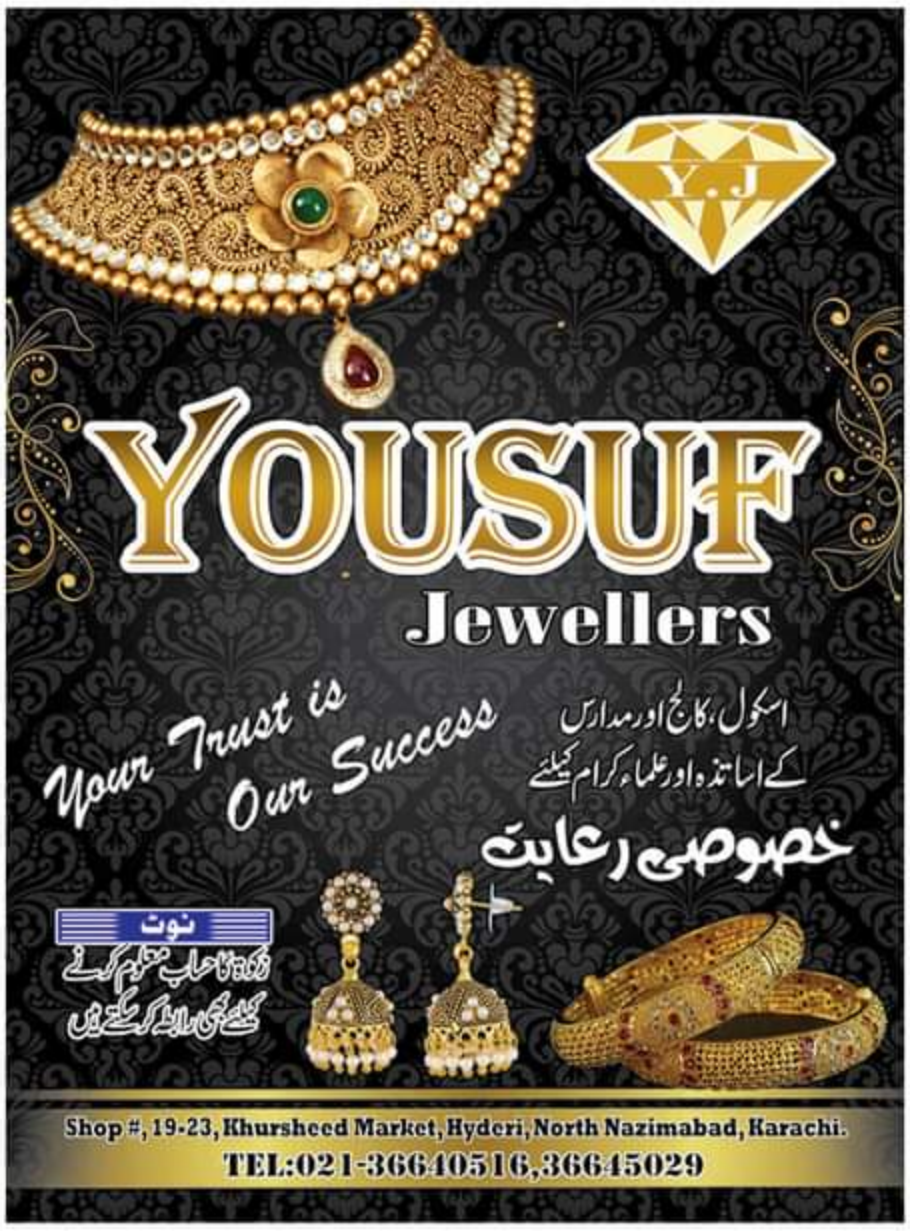

کیا آپ نے...؟

کیا آپ نے اپنے چھوٹے بچوں کو اپنا نام، فون نمبر اور اپنے گھر کا مکمل پتا اچھی طرح ذہن نشین کروا دیا ہے؟ اگر نہیں تو آج ہی ذہن نشین کروا دیں۔ تاکہ خدانخواستہ گمشدگی کی صورت میں آپ کا بچہ کسی تکلیف کے بغیر گھر واپس آ سکے۔ اِس کا ایک طریقہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچوں کے ساتھ گھر سے باہر کہیں جانے کا اتفاق ہو تو واپسی میں اپنے بچوں سے کہیں کہ وہ گھر پہنچنے تک آپ کی رہنمائی کریں تاکہ آپ کو یہ اطمینان ہو جائے کہ آپ کا بچہ (خدا نخواستہ) گمشدگی کی صورت میں گھر واپس پہنچ سکتا ہے۔ (خنساء فیصل)

درسِ سیرت 19

سادگی

سید عزیز الرحمٰن

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر میں آرائش کی غرض سے پردے لٹکا لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو پردے دیکھ کر گھر میں داخل ہوئے بغیر باہر ہی سے واپس لوٹ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت گھر پر موجود نہیں تھے، جب وہ گھر آئے تو انھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اِس واقعے سے آگاہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور گھر میں داخل نہ ہونے کی وجہ دریافت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس کا مفہوم ہے:

''مجھے دنیا سے کیا تعلق؟ مجھے دنیاوی نقش و نگار (اور زیب و زینت) سے کیا علاقہ؟''

پھر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُن پردوں کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ پردے فلاں کو دے دو۔ (ابوداؤد)

درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم آپ کی طبعی سادگی اور تکلف سے یکسر آزاد اندازِ زیست کے سبب سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر معاملے میں تکلفات سے دور رہتے اور سادگی کو پسند کرتے تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ ہمیں اِس باب میں اَن گنت اہم اور ہماری موجودہ روش سے بالکل متضاد مظاہرِ حیات سے متعارف کرواتا ہے۔

امام ادب جاحظ رحمہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے اسی پہلو کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور زمین پر ہی نشست رکھتے تھے۔ عبا پہنتے اور مساکین کے ساتھ مجالست رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازاروں میں (اپنی ضرورتوں کے لیے) چل پھر لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ کو تکیہ بنا لیتے اور (کھانے سے فراغت کے بعد) اپنی انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ میں تو محض ایک بندہ ہوں، اور بندوں کی طرح ہی کھاتا ہوں، اور بندوں کی طرح ہی پیتا ہوں۔ اگر مجھے ایک معمولی دستی کی دعوت دی جائے گی تو میں اُسے بھی قبول کروں گا اور اگر بکری کے معمولی پائے بھی مجھے ہدیہ کیے جائیں گے تو میں انھیں بھی قبول کرلوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنہا کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا، اور نہ کبھی اپنے کسی غلام کو مارا، اور نہ کبھی کسی اور کو مارا، اللہ کے راستے (جہاد) کے سوا۔ (جاحظ، البیان والتبیان)

جاحظ کا یہ قدرے تفصیلی بیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ایک خاص پہلو کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے، جس کا تعلق عملی زندگی سے ہے، اور معاشرے کی اجتماعیت کے حوالے سے بھی یہ نہایت اہمیت کا حامل ہے، اور وہ ہے سادگی اور بے تکلفی۔

یہ چیز اگر مزاج کا حصہ بن جائے تو تکلفات کے پیچ در پیچ الجھاؤ کا شکار اور اُس کے نتیجے میں بے شمار مصائب و مشکلات میں گرفتار ہم لوگ اِن مشکلات سے آسانی کے ساتھ چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ آخر اِس معاملے میں بھی تو دوسرے مسائلِ حیات کی طرح ہادی برحق رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے مشعلِ راہ اور بہترین نمونۂ حیات ہے۔

یہ سادگی اور بے تکلفی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور حیاتِ طیبہ کے ہر پہلو پر حاوی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک دیکھیے:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''جس بستر مبارک پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوتے تھے، وہ چمڑے کا تھا اور اُس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (مسلم)

ایک بار ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آرام کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر کو چوہرا کر کے بچھا دیا۔ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی پر سوئے۔ صبح اٹھے تو پوچھا کہ رات کو میرے نیچے کیا بچھا دیا تھا؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ بستر (ٹاٹ) تو وہی تھا، محض آرام کی غرض سے اسے چوہرا کر دیا تھا۔

فرمایا: ''اسے پہلی حالت پر ہی رہنے دو، کیوں کہ یہ نرم بستر آج مجھے تہجد سے مانع ہوا۔'' (شمائل)

غور کا مقام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گنجائش رکھنے کے باوجود اور ہر طرح کی سہولتیں حاصل کر سکنے کے باوجود بھی اپنے لیے کس قسم کی زندگی پسند کر رہے ہیں؟ اور ہم محض اجازت کی آڑ لے کر اپنے آپ کو کن کن غیر ضروری سہولتوں، آسائشوں اور تکلفات کا خوگر بنا رہے ہیں؟

پھر اِن مروجہ تکلفات کی بھی کئی اقسام ہیں، بعض تو قدرے بے ضرر سی یا کم از کم کم نقصان کی حامل ہیں، جب کہ بعض کے مضرات تو متعدی نوعیت کے ہیں، جن سے پورا معاشرہ بہ یک وقت متاثر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر آج ہمارے ہاں ایک عام رجحان بھیڑ چال کا ہے۔ جو چیز رواج بن جائے اور فیشن میں آجائے، اُس کا کرنا نہ صرف شرف اور فخر کی بات سمجھا جاتا ہے بلکہ اس کا نہ کرنا ہتک اور معاشرے میں حیثیت کو کم کرنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اس بات کے نقصانات ہمیں صاف نظر آرہے ہیں۔ صرف ملبوسات کو ہی لیجیے۔ طرح طرح کے فیشن آئے دن رواج پاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو جاتے ہیں۔ اب سابقہ ملبوسات یک سر پرانے اور آؤٹ آف فیشن قرار پاتے ہیں، اور وہ قیمتی ملبوسات اور اُن پر لگی ہوئی رقم سب برباد ہو جاتی ہیں۔

ایک تو محض فیشن نبھانے کی خاطر ہر کہ ومہ کا قیمتی سے قیمتی لباس خریدنا خواہ گنجائش ہو یا نہ ہو، خواہ جیب اُس کی اجازت دیتی ہو یا اُس کے لیے قرض لینا پڑے، یہ بات بجائے خود غلط اور سراسر اسراف ہے، پھر اِس لباس کو فقط اِس بنا پر ایک آدھ بار جسم پر ڈال کر ترک کر دینا کہ اُس کا فیشن ختم ہو چکا ہے، یا یہ لوگوں کی نظر میں آچکا ہے، اُس سے بھی بڑھ کر اسراف اور فضول خرچی ہے، جس کی اسلام جیسا سادگی پسند اور تکلفات سے آزاد مذہب ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھے سے اچھا اور اپنے وقت کا بہترین لباس بھی زیب تن فرمایا ہے، لیکن اپنے زندگی کو اِن چیزوں کا اسیر نہیں بنایا، نہ ان کو اپنی زندگی کا ناگزیر حصہ قرار دیا۔ آپ ہر طرح کا موٹا جوٹھا پہن لیتے اور روکھا سوکھا لیتے تھے۔ اسی میں آپ کی بڑائی تھی، اور اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غریب پروری اور بے تکلفانہ زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس عام طور پر سادہ ہی ہوتا تھا، اور آپ اِس بارے میں بھی تکلفات کو پسند نہیں کرتے تھے، اسی بنا پر جن دو کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق ایک دبیز چادر اور ایک موٹے کپڑے کا تہبند تھا۔ (بخاری)

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا لباس بھی سادگی اور نظافت کا نمونہ ہوتا تھا، اگرچہ بعض اوقات آپ نے قیمتی لباس بھی استعمال کیا ہے لیکن عام طور پر آپ سادہ لباس ہی پسند فرماتے تھے۔ ایک بار کسی نے تحفے میں خوب صورت قبا بھیجی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا:

''یہ لباس تو وہ پہنے جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہو۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پہننے کی بجائے حضرت عمر کو دے دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پسند نہیں فرمایا اور دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اِس لیے دی ہے کہ اُسے کام میں لاؤ، پہننے کے لیے نہیں دی، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کسی کو دے دی۔ (مسلم)

اگرچہ طرح طرح کے تکلفات میں جکڑی ہوئی آج کی ہماری معاشرت کو سادگی کا درس کچھ عجیب سا اور حالات کے تقاضوں کے خلاف معلوم ہوتا ہے، لیکن اِس مصنوعی زندگی نے ہمیں جن مشکلات سے دوچار کر دیا ہے، غربت کا عفریت جس طرح ہماری صلاحیتوں کو نگل رہا ہے، اور کروڑ ہا افراد ہماری اِس دنیا میں ہماری آنکھوں کے سامنے فاقہ کشی سے دوچار ہیں، ایسی صورت حال میں تعیّشات کے یہ مظاہر اور تکلفات کے یہ مناظر ہمیں آخر کس طرح زیب دیتے ہیں؟ آخر وہ پروردگار جو پڑوس میں رہنے والے شخص کی فاقہ کشی پر باز پرس کرے گا، اِس اجتماعی فاقہ کشی، ہماری نگاہوں کے سامنے بسنے والی پوری پوری بستیوں کی کسمپرسی، غربت اور انتہائی غربت پر ہم سے کچھ باز پرس نہیں کرے گا؟ ہمیں یوں ہی بغیر سوال و جواب کے چھوڑ دیا جائے گا.....؟

غور کا مقام ہے کہ نہیں.....!؟

☆☆☆

خطرناک مرض
شفایاب مریض: بے اولاد: بواسیر
چیلنج مریض

محمد طارق 28 سال لانڈھی

مجھے مرض ناسور اور شدید قبض عرصہ 7 سال سے تھی، پہلے غفلت کرتا رہا، جب تکلیف بڑھی تو پھر علاج کی طرف توجہ دی۔ حکماء اور ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر وقتی فائدہ ہوتا تھا پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ مرض شدت اختیار کر لیتی۔ آخر کار پریشانی بڑھتی گئی، ہمارے ہاں ''خواتین کا اسلام'' آتا ہے اس میں حکیم قاری صاحب کا اشتہار پڑھا، رابطہ کیا، مطب پر ملاقات ہوئی، معاینہ کرایا، تسلی دی کہ آپ اللہ کے حکم سے ٹھیک ہو جائیں گے ان شاء اللہ!

حکیم قاری صاحب نے دوائی لگادی، ایک ماہ کھانے کی دوائی بھی دی، تقریباً 40 دن میں ناسور مکمل ختم ہو گیا زخم بھی ٹھیک ہو گئے، اس وقت تدریس، روزمرہ کے معمولات بخوبی سرانجام دے رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دی ہے۔

بیگم صفیہ اللہ 25 سال کراچی

آج سے تقریباً 12 سال قبل مجھے بواسیر خونی، فشر، دائمی قبض تھی مگر میں نے اس مرض کی طرف توجہ نہ دی، جب مرض بڑھنا شروع ہوئی تکلیف زیادہ ہوئی تو علاج کی طرف توجہ دی مگر وقتی فائدہ ہو جاتا مکمل خاتمہ نہ ہوتا۔ مسلسل علاج کراتے رہے، ہمارے گھر ''خواتین کا اسلام'' رسالہ آتا ہے، اس میں حکیم قاری صاحب کا اشتہار پڑھا، رابطہ کیا، مطب پر حاضر ہوئے لیڈیز طبیبہ نے معاینہ کیا مکمل صحت یابی کی تسلی دی، طبیبہ نے دوائی لگادی، مسے 10 دن میں مکمل گر گئے، زخم 25 دن میں مکمل بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دی، اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرتی ہوں۔

1965ء سے خدمت انسانیت میں مصروف عمل
پاکستان میں واحد طریقہ علاج
بواسیر کے مایوس مریضوں کیلئے چیلنج
صرف ایک بار دوا لگانے سے
بواسیر خونی و بادی
3 دن میں مکمل جڑ سے خاتمہ
زندگی بھر نہ ہوگی
ان شاء اللہ
علماء کرام، اساتذہ کرام طلباء اور غرباء کیلئے خصوصی رعایت
ناسور، فشر کا بغیر آپریشن علاج
امراض معدہ وجگر
کالا، پیلا یرقان
ہیپاٹائٹس بی، سی
کا شافی علاج
بیٹا نعمت اولاد بیٹی رحمت
اولاد اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے
بے اولاد جوڑے قابل علاج
ہمارے طریقہ علاج سے کئی حضرات صاحب اولاد ہو چکے ہیں
ہمارے ہاں بچوں، جوانوں بوڑھوں اور مستورات کے جملہ امراض کا شافی علاج کیا جاتا ہے (ان شاء اللہ) فون پر مشورہ کر کے دوائی بذریعہ V.P پارسل منگوائی جا سکتی ہے۔
قاری حکیم محمد اسحاق طاہری ایم اے
فاضل الطب والجراحت پاکستان
رجسٹرڈ نیشنل کونسل فار طب اسلام آباد Q.H.20198_A
العمار دار الشفاء
0345-7244474
کراچی پیراڈائز بیکری گلشن اقبال بلاک 4.A
ملتان ہر ماہ کی 22,21 تاریخ
راولپنڈی ہر ماہ کی 23 تاریخ
لاہور ہر ماہ کی 24 تاریخ
Like Us On Alammardarulshifa

بُرے رویّے

تحریر: صبور گل
انتخاب: شائستہ فرحان

چند دن پہلے میں نے ایک نیوز دیکھی، جس میں کلاس فیلوز کی طرف سے نہایت خراب رویے، بری زبان اور مار پیٹ (Bullying) کا شکار ایک بچہ روتے ہوئے اپنی کیفیت اور دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں خود کو ختم کرلوں یا پھر کوئی مجھے چھری سے قتل کردے۔

بچے کا تعلق آسٹریلیا سے ہے اور اُس کی ماں نے خود اپنے بچے کی یہ شکایت سب سے شیئر کی ہے۔ دنیا بھر سے لوگوں نے سنا تو اُس بچے کو بہت زیادہ محبت اور نیک خواہشات کے پیغامات موصول ہوئے۔

چلو کچھ تو مداوا ہوا، لیکن میری نظر میں یہ مداوا نہیں، دوسرے بچوں کا بلینگ سے بچنا یا رویوں میں مثبت تبدیلی ہی اصل حل ہے جو کہ بہت دور ہے شاید۔

عورت کی نفسیات سے بالکل برعکس مجھے بیٹی کی خواہش تھی۔ میں نے بڑے چاؤ سے کڑھائی کر کے بہت پیارے سے فراک بنا رکھے تھے۔ ہائی بلڈ پریشر نے کئی دفعہ امید توڑی، لیکن بہرحال میری پیاری بیٹی دنیا میں آ ہی گئی۔ سیزر آپریشن کے بعد اگلے دن مکمل ہوش آیا تو میاں صاحب مجھ سے ملنے آئے اور پوچھا کہ آپ نے بیٹی کو دیکھا۔

میں نے کہا: ''ہاں..... بہت پیاری ہے ماشاءاللہ!''

سر جھکا کے کہنے لگے: ''سوری مجھ پر گئی ہے۔''

میں نے ٹانکے کھل جانے کے پیش نظر اپنے بے ساختہ قہقہے کو کنٹرول کیا، لیکن سمجھیں کہ میری بیٹی کے لیے (Bullying) کا در وا ہو گیا۔ صاحب عالم کا رنگ سانولا تھا اور وہ خوامخواہ احساسِ کمتری کا شکار تھے۔ حالاں کہ بہت لائق فائق، قابل، پی ایچ ڈی اور خوبصورت دل اور شخصیت کے مالک تھے، مگر میری محبت بھی انھیں اِس احساس سے نکال نہیں پا رہی تھی۔

میری بیٹی کا رنگ سانولا اور بال گھنگریالے تھے۔ یہ تو جیسے بہت بڑا ظلم ہو گیا تھا۔ ملی جلی آوازیں کانوں میں پڑتی رہتیں، لیکن میں کسی چیز کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔

سگی پھپھو کے زریں خیالات ذرا ملاحظہ کریں: ''اُس کی اپنی بیٹی تو کالی سی ہے۔ میرے بیٹے کو نظر لگا دیتی ہے، بظاہر تو بڑا پیار کرتی ہے۔''

اس طرح کے رویے کے بعد بھی میرے پیار میں کسی کے لیے فرق نہیں آیا، لیکن لوگوں نے میرے اور بیٹی کے دل کو چھلنی کرنا جاری رکھا۔

ایک بار شادی کی ایک تقریب میں رشتے دار خواتین کے ساتھ بیٹھی تھی۔ بیٹی آس پاس کھیلتی پھر رہی تھی۔ اچانک ایک خاتون اونچی آواز میں مجھ سے گویا ہوئیں:

''صبور! تیری کڑی کنی کوجی اے.....''

''اُف میرا منہ تو کھلا کا کھلا رہ گیا، کچھ لمحوں کے بعد میں نے دل کڑا کر کے کہا: ''جی ہاں! باجی ثمینہ (جو اس خاتون کی بہن ہیں) کی اور میری دونوں ذرا سانولی ہیں۔''

فوراً بولیں: ''نہیں نہیں باجی دی بیٹی تے بہت سوہنی اے۔''

اچھا جی۔ چپ رہی، کیا کہتی۔

اسکول داخل کروایا تو ٹیچرز باقاعدہ اگنور کرتے۔ وہ بچی جو بہت چہکتی تھی۔ پیاری باتیں کرتی تھی، چپ چپ رہنا شروع ہو گئی۔

اُدھر میں اپنے گھریلو مسائل میں الجھی ہوئی تھی۔ بیٹے کی آمد، بچوں کے دادا فالج کے مریض، دادی الزائمر کا شکار، باپ اپنی ذات میں گم۔ پھر بچی اُس اسکول میں آ گئی، جس میں میری جاب تھی۔

یہاں بہت سسٹمیٹک بلنگ (Bullying) تھی۔ میں وہاں تھی تو مجھ سے پروفیشنل جیلسی کی وجہ سے میری بچی نشانہ بننے لگی۔

گیم ٹیچر نے تو حد ہی کر دی۔ گیم پیریڈ جیسے ہی شروع ہو، بغیر کسی بات کے سزا دے کے سائیڈ پر کھڑا کر دینا اور آخر میں کلاس میں بھیجنا، اور بھی بہت کچھ۔

دراصل اُس اسکول میں بڑی فیملیز کے بچوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لیے ایک ادھ بچہ جو گورا نہیں، کم گو اور شرمیلا ہے، اُس کے ساتھ یہ رویہ عام تھا، لیکن اُس وقت مجھے اسکول کے اِن پہلوؤں کا ادراک نہیں تھا، اور بچی مجھ سے کچھ بھی شیئر نہیں کر پا رہی تھی، میرے پاس وقت ہی نہیں تھا.....!

سب سے بڑھ کے ظلم یہ ہوا کہ دادی جو الزائمر کا شکار تھیں، نے بچی سے کہنا شروع کر دیا کہ یہ تمھاری ماں نہیں ہے، تمھاری تو ماں فوت ہو گئی ہے۔

اور بیٹی نے یہ سب سچ مان بھی لیا محض اُس کی اور میری شکل میں فرق کی بنا پر۔

اب ذرا سوچیے کہ گھر میں ماں کے نام پر سوتیلی عورت، اور اسکول میں یہ اتنے برے حالات۔ وہ ہنسنا بھی بھول گئی تھی۔

یہ سلسلہ جاری رہا، بہت باتیں ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے چھوڑ رہی ہوں۔

چھٹی کلاس میں یہ باقاعدہ اُس سیکشن میں آ گئی جس میں میری جاب تھی۔

یہاں پر اور ہی مسائل تھے۔ میں اُس وقت بچوں کو علمی ادبی مقابلہ جات اردو اور پنجابی کی تیاری کروا کے جھنگ، فیصل آباد، لاہور لے جاتی تھی۔ پرنسپل کی منظور نظر اور اردو سوسائٹی کی روح رواں تھی۔ مجھ سے پروفیشنل جیلسی کا بدلہ بچی پر طنز کر کر کے لیا جاتا، اُس کی ہر بات پر اعتراض، ساتھی لڑکیوں کی بے اعتنائی اور مذاق۔ بچیاں ٹیچرز پر تبصرے وغیرہ اُس سے چھپاتیں۔ یہ بے چاری لاکھ یقین دلاتی کہ میں اپنی مما سے کچھ نہیں کہوں گی، لیکن وہ اُسے شامل نہ کرتیں۔

اور میں بالکل بے خبر کہ میری بیٹی کس عذاب سے گذر رہی ہے۔ آٹھویں تک مسائل بہت بڑھ گئے میرے بھی اُس کے بھی۔

ایک آدھ بات جو میرے علم میں آئی، اُس کے تدارک کی کوشش بھی ناکام رہی۔ ٹیچرز کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے۔

نویں کلاس سے اُس نے خود کسی حد تک اپنے آپ کو سنبھالنا شروع کیا۔ تھوڑا بولنا شروع کیا تو دوستی ہوئی کچھ لڑکیوں سے، لیکن ٹیچرز کا رویہ وہی تھا۔

اِدھر میں اپنے مسائل میں اور زیادہ الجھتی چلی گئی۔ ساس کا ذہنی

توازن خراب، صاحب جی کے ڈائیلاسز شروع۔ زخم تھے کہ بڑھتے رہے۔

2015 میں صاحب جی کا انتقال ہوگیا۔ سسرال کو میری بیوگی اور تنہائی سے کچھ سروکار نہ تھا، بس اُس پیسے کی فکر تھی جو میرے میاں کے دورانِ سروس انتقال ہونے سے سرکار کی طرف سے ملنا تھا، اور میرے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ وہ پروسس کہاں سے کیسے شروع کرنا ہے۔

سسرال نے ایک دَم یہ کہہ کے چھوڑ دیا کہ میں نے خود اپنے میاں کو مارا ہے۔

یہ الزام میری برداشت سے بہت بڑا تھا۔ میں سخت ڈپریشن کا شکار ہوگئی۔

اِس بیماری کے اپنے مسائل تھے اور بیٹی اپنے دودھیالی رشتوں سے بہت مانوس تھی۔ سوچیں اُس پر کیا بیتی ہوگی۔

مجھے عدت کے دوران اپنے بچوں کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا۔ کچھ کھلنا شروع ہوئی تو اُس نے کہا کہ مجھے اب اِس شہر میں رہنا ہی نہیں ہے۔

پھر ہم فیصل آباد شفٹ ہوگئے۔ اُسے اے لیولز کے ادارے میں داخل کروایا۔

سرکار کی طرف سے خاوند کے پیسے ملے، لیکن میرے ڈپریشن نے اپنا رنگ دکھایا اور وہ پیسے کسی نے دھوکے سے لوٹ لیے۔

یہ بھی بہت لمبی کہانی ہے کبھی پھر سہی، ابھی تک عدالتی کاروائی چل رہی ہے، لیکن بے سود۔ جن رویوں کا شکار پہلے بیٹی ہو رہی تھی وہ میری طرف پلٹ آئے۔ سسرال اس لیے چھوڑ گیا کہ اُس کے پاس تو بڑا پیسہ ہے۔ بہن بھائی اِس لیے کہ اِس کے پاس تو اب پیسہ نہیں رہا۔

خیر اللہ کی مدد سے میں نے خود کو اور بیٹی کو سنبھالنا شروع کیا۔ بچوں کے ساتھ میرا رویہ شروع سے دوستانہ تھا، اب تو پکی دوستی ہوگئی۔ بچوں نے بھی مجھے سنبھالا۔ میں نے بیٹی کو وہ اعتماد بخشا کہ آج وہ خوش باش، پراعتماد اور بے حد خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ اسے مسکرانا اور خوش رہنا آ گیا ہے۔ سمجھدار، میچور اور پریکٹیکل تو شروع سے ہے۔ جتنی خوبیاں اُس میں ہیں، اِس عمر کے بچوں میں عموماً نہیں ہوتیں۔

میں نے ٹیچنگ کا شعبہ جوائن کرلیا، تاکہ میں بچوں کے قریب رہ سکوں اور اُن کے مسائل کے حل میں مدد دے سکوں۔ وہی ٹیچرز ابھی بھی اِسی ادارے میں ہیں، میں اُن کے بچوں سے بھی بے حد محبت کرتی ہوں۔

چند دن پہلے میری بیٹی کی ایک ہم جماعت ہمیں ملنے آئی تو اُس نے کھل کے وہ سب باتیں مجھے بتائیں، وہ رویے جو میری بیٹی کے ساتھ اسکول میں ٹیچرز اور ہم جماعتوں کی طرف سے روا رکھے گئے تھے اور وہ نام جو میری بیٹی کو دیے گئے، جیسے 'کوا'، 'نیگرو' وغیرہ مجھے بتائے۔ یہ ساری باتیں جب میرے علم میں آئیں تو میں ساری رات روتی رہی۔ سوچتی تھی کہ میں نے تو بے شمار بچوں کی کونسلنگ کی۔ اُن پر ہمیشہ محبت، شفقت ہی نچھاور کی، اُس کا یہ صلہ.....!

اب بہت ساری ٹیچرز مجھ سے پوچھتی ہیں کہ آپ بچوں سے اتنا پیار کیوں کرتی ہیں تو میں سوچتی ہوں، یہ پیار سے بڑھ کے تلافی ہے، مداوا ہے۔

میں سمجھتی ہوں، میری بیٹی بہت بہادر ہے۔ ☆☆☆

رمضان المبارک کی مبارک گھڑیوں کو قیمتی بنانے
اور روزے کی روحانیت کو حاصل کرنے
کے لیے دو بہترین کتابیں

① مستند مجموعۂ وظائف (رمضان ایڈیشن)
❀ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا وعظ "روزہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے"
❀ مختلف سورتیں مع فضائل..... ❀ ستر استغفار مع چہل رَبَّنَا.....
❀ معاشی مشکلات کے حل کے لیے مسنون وظائف.....
❀ آسیب، جادو وغیرہ سے حفاظت کے مجرب نسخے.....

② قرآن کریم کی تلاوت کے آداب اور دعائیں
❀ قرآنِ کریم پر عمل کرنے کے فضائل اور برکات
❀ تلاوت قرآن کریم سے متعلق دعائیں اور ۱۸ ظاہری اور ۷ باطنی آداب
❀ قرآنِ کریم میں غور و فکر کرنے کی اہمیت اور فائدے
❀ سورتوں کے فضائل اور ان سے حاصل شدہ اسباق/ اور ان کے پیغامات

صرف 395/-
~~880/-~~

خود بھی مطالعہ کیجیے..... دوسروں کو بھی ترغیب دیجیے

کراچی فون: 021-32726509، موبائل: 0322-2583199
لاہور فون: 042-37112356، موبائل: 0321-8566511
Visit us : www.mbi.com.pk maktababaitulilm

بیت العلم

بزمِ خواتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

❁ سرورق پر کالی بھیانک رات میں نیلا پھول زبردست لگ رہا تھا۔ 'رب کی حکمتیں' میں دارالعلوم کبیر والا بابت تنزیلہ کے تاثرات پڑھے تو ہمیں اپنے آپ پر رشک آنے لگا کیوں کہ ہمارے دو بیٹے اور بیٹی وہیں زیرِ تعلیم ہیں۔ 'بیٹی' اور 'تمنا آبرو کی ہو اگر.....' سبق آموز تحریریں تھیں۔ 'پورا عمل' نے تو اپنا گرویدہ بنالیا۔ 'مقررہ' انداز میں لکھی گئی زبردست تحریر تھی۔ 'بزمِ خواتین' میں صرف تین خط دیکھ کر بدمزہ ہوگئے اور ہاں! آپ کی غیر حاضری 'آئینہ گفتار' کچھ ہضم نہیں ہورہی۔ (ام عثمان یاسین۔ وہاڑی)

ج: کیا کیجیے۔ کبھی کبھی بدہضمی بھی اچھی ہوتی ہے۔ ویسے اتفاق دیکھیے، اسی شمارے میں ہمارے صفحے پر ایک خاص قسم کی 'بدہضمی' کا ہی ذکر ہے۔

❁ شمارہ 938 پڑھ کر دل چاہا کہ تبصرہ لکھوں۔ پورا رسالہ ہی بہترین تھا۔ 'راہِ ہدایت کے مسافر' تین اقساط پر مشتمل تحریر بہت سبق دے گئی۔ اکثر پڑھی لکھی، سمجھدار، باشعور اور دیندار لڑکیاں شادی کے بعد بے دین سسرال کے ڈھنگ میں ڈھل جاتی ہیں، لیکن قابلِ فخر ہیں وہ بیٹیاں جو بے دین گھرانوں میں جا کر اپنے عمل اور کردار سے دین کا چراغ روشن کرتی ہیں اور استقامت، صبر اور حوصلے کا پیکر بنتی ہیں۔ 'بچے اور رمضان' بھی بہترین مضمون تھا۔ 'قائد کون؟' کے تو کیا کہنے۔ تحریر کے الفاظ سمجھنے میں تھوڑی مشکل ہوئی ایک دو جگہ، لیکن بار بار پڑھنے کے بعد ایک ایک لفظ دل میں اُترتا گیا، کیوں کہ فی الوقت اس تحریر کی ہمیں بہت ضرورت تھی، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس میں موجود اصلاحی کلمات کی انتہائی ضرورت تھی۔ قیادت کے منصب نے حقیقتاً اکثر لوگوں کو خود ساختہ وسوسوں میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ 'زندگی ایک تشنگی' ناول کتابی صورت میں آپ کے پاس سے مل سکتا ہے؟ اور اس کی کیا صورت ہوگی؟

(بنت مولانا سہیل۔ رحیم یار خان)

ج: زندگی اک تشنگی کے دو ایڈیشن شائع ہوئے تھے، لیکن اب ناول ختم ہے۔ تیسرا ایڈیشن اِن شاء اللہ تعالیٰ جلد شائع ہوگا۔

❁ شمارہ نمبر ۹۳۵ کا کیک رول سے سجا سرورق مزیدار محسوس ہوا۔ دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ سرورق کہانی 'کسک' شاندار تھی۔ 'شہد کی مکھی' ایک منفرد مثال کے ساتھ سبق آموز تحریر تھی۔ 'ہمارا مرتضیٰ' اداس کرگئی۔ نجانے کیوں آج کل جوان اموات زیادہ ہورہی ہیں۔ 'اعمال کے اثرات' نے سوچنے پر مجبور کردیا۔ ۹۳۶ میں 'نیند'، 'اعتماد'، 'چلیں انتظار کریں' اور 'پپو' سبھی اچھی تھیں۔ ۹۳۷ میں 'قصور کس کا' ایک خاموش المیہ تھا۔ 'زینب آپا' ہمارے لیے بہت بڑے اسباق لیے ہوئے تھی۔ ۹۳۸ کا سرورق خوب تھا۔ اس میں

بقیہ: شوربے والی میکرونی

ہی لگے تھے کہ امی آگئیں:

''ارے تم کہاں چل دیں؟

اور یہ تم نے میکرونی میں پانی کیوں ڈالا ہے؟'' ہم گھبرا گئے۔

''امی!.....وہ.....چاول.....نئی ترکیب.....''

الفاظ ہی ختم ہوگئے۔ دماغ پر اتنا بوجھ پڑا کہ سب کچھ بھول گیا کہ کیا بہانہ سوچا تھا، پھر اچانک بولے:

''امی! وہ ایک نئی ترکیب دیکھی تھی۔''

''اچھا! اِس میں کوئی سبزی نہیں ڈالی اور پانی اتنا زیادہ ہے، اُسے کیسے کھاتے ہیں، چمچ سے؟'' امی بے چاری ناسمجھی میں سوال کررہی تھیں۔

''امی! آپ کی مرضی ہے چمچ سے کھائیں یا سالن سمجھ کر روٹی سے کھائیں۔ ویسے ابلے ہوئے چاول رکھے ہیں۔ ان کے اوپر ڈال کر کھائیں بالکل الگ ذائقہ آئے گا، اور اگر بچوں کو پسند نہ آئے تو چھان کر میکرونی کو نکال لیں اور کھالیں، اب ہم جاتے ہیں گھر، ضروری کام ہے، نند آرہی ہے، ان شاء اللہ پھر آئیں گے۔ آگے میکرونی کو آپ سنبھال لیجیے گا۔''

ہم نے جلدی جلدی کہا اور یہ سوچتے ہوئے ابو جان کے ساتھ نکل آئے کہ کھانے والے کھا ہی لیں گے۔ چاہے گھر والے ہوں یا چیل کوے، بلیاں ہوں یا مرغیاں، کوئی نہ کوئی مخلوق وہ شوربے والی میکرونی کھا ہی لے گا۔

یہ سوچتے ہوئے ہم نے ذہن سے میکرونی کا خیال نکال پھینکا کہ اب اگلے گھر کا معرکہ پیش تھا۔ وہاں میدہ بھی تو آٹے کی پیٹی سے سب کی نظروں سے بچ کر نکالنا تھا۔

آخر میں ایک مشورہ ہے اور گزارش بھی کہ شادی سے پہلے اپنی امیوں کی بات مان کر باورچی خانے کا رخ ضرور کریں۔ ورنہ ہر وقت نند کی کال نہیں آتی، کبھی کبھی محلے کی آنٹی بھی آجایا کرتی ہیں۔

☆☆☆

علوم قرآنیہ ونبویہ کے شائقین کیلئے
بشارت عظمیٰ
بذریعہ ڈاک گھر بیٹھے طلباء وطالبات کورس کرکے سند حاصل کریں۔
اپنی نوعیت کا منفرد سلسلہ ہر مسلمان کی اولین ضرورت
ششماہی ترجمہ ومطالعہ قرآن کورس
ششماہی فہم تجوید کورس
پراسپکٹس وداخلہ کیلئے خواہشمند طلباء وطالبات فوری رابطہ کریں۔
التعاونی اوپن علوم قرآنیہ ونبویہ اکیڈمی
رابطہ آفس نیو کشمیر مارکیٹ، بالائی منزل۔ سپلائی بازار۔ راولاکوٹ۔ ضلع پونچھ۔ آزاد کشمیر
رابطہ نمبرز۔ 0314-5233207-0334-5761474

'لاجواب' اگرچہ سنجیدہ تحریر تھی، مگر لطف دے گئی۔ 'جمعے کا دن' بہت اچھی تحریر تھی۔ 'راہ ہدایت کے مسافر' کی آخری قسط زیادہ پسند آئی۔ اِن شماروں میں حضرات زیادہ نظر آئے۔ نئی لکھاری بہنوں کو خوش آمدید۔ خصوصاً اسما عامر اور عفت مظہر تواتر سے نظر آرہی ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ! (تماضر ساجد۔ صادق آباد)

ج: جوان بھی ہیں مگر بزرگ خواتین و حضرات کا زیادہ سننے میں آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسانی عافیت کا معاملہ فرماتے ہوئے سب کے پیاروں کو خیریت سے رکھے، آمین!

❁ شمارہ 925 کا 'آئینہ گفتار' پڑھا، اچھا لگا۔ صبیحہ عماد کی 'دو ملاقاتیں' پڑھیں۔ بہت اچھا لگا۔ 'اصل وظیفہ' آج کے دور کے لیے زبردست تھی۔ کیوں کہ آج کل جعلی عامل بابے بہت عام ہوگئے ہیں۔ 'چکن ودپنیر' پڑھ کر ہنسی آئی۔ 'سہانی یادیں' پڑھ کر تو ہنسی کے فوارے ہی چھوٹ گئے۔ 'بزم خواتین' میں پانچ خط تھے، سبھی اچھے تھے۔ 'کس نام سے پکاروں' پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ 'سلیقہ مندی' میں مہمان نوازی کے طریقے بتلائے گئے تھے، جو ہم نے نوٹ کرلیے۔ کچھ تحریریں بھیجی ہیں۔ (فاطمہ عمران۔ خانیوال)

ج: آپ کی تحریریں مل گئی ہیں، اور اشاعت کے لیے قطار میں لگ گئی ہیں۔

❁ 'آئینہ گفتار' میں مدیران کو جو آپ نے مظلوم بہو سے تشبیہ دی تو ہم دانتوں میں انگلی داب کر رہ گئے۔ ہائے اللہ کتنی خطرناک آپ نے مثال دی کہ ہم اُس کا تصور کرتے ہی جھرجھری لے کر رہ گئے۔ لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرا کریں اور ہاں اپنا بہت سارا خیال بھی ضرور رکھیں۔ 'دو ملاقاتیں' پڑھ کر محترمہ ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ سے ہماری ملاقات کی خواہش ایڑ لگا کر نئے سرے سے سر پر سوار ہوگئی۔ اِن شاء اللہ العزیز ہم بھی کبھی نہ کبھی ضرور ان کی زیارت کریں گے۔ انھیں، محترمہ صبیحہ عماد، محترمہ ع، م چنیوٹ اور محترمہ اہلیہ ڈاکٹر ناصر الدین سید رحمۃ اللہ علیہ کو ہمارا سلام پہنچے۔ یقین نہیں آتا کہ ڈاکٹر صاحب اس دنیا سے جا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔ 'اصل وظیفہ' دل پر اثر چھوڑ گیا۔ 'چکن ودپنیر' اور 'سہانی یادیں' بھی مزہ دے گئیں۔ 'نصیب' بنت مسعود احمد سے سو فیصد متفق ہیں ہم۔ بھیا جی! مسلسل تین شماروں میں ہمارے خطوط شائع کرنے پر دعاؤں کا ٹوکرا وصول کریں۔ شمارہ 926 کے 'آئینہ گفتار' نے تو واقعتاً ہمیں آئینہ دکھا دیا۔ ہر ایک اس میں جھانک کر اپنا 'چلتا تا عکس' بخوبی دیکھ سکتا ہے۔ 'لطیفے اور رشتے' میں بہت خوب سبق ملا۔ 'سراب راہوں نے دیا ہے شعور منزل کا' رفعت سعدی کا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ قندِ مکرر کے طور پر شائع ہوئی یہ پیاری کہانی۔ محترمہ رفعت سعدی سے پرزور درخواست ہے کہ قلم سے ٹوٹا رشتہ پھر سے جوڑ لیں۔ 'کس نام سے پکاروں؟' اگر یہ محترمہ عفت مظہر صاحبہ کی اپنی حقیقی روداد ہے تو پوچھنا ہے کہ کیا اب تک وہ نعمتِ اولاد سے محروم ہیں کہ 'منے کے ابا' کہنے تک نوبت نہ پہنچی؟

(بنت درخواستی۔ خان پور)

ج: محترمہ رفعت سعدی کی یہ کہانی واقعتاً قندِ مکرر کے طور پر شائع کی۔ دوبارہ کوئی تحریر شائع کرنے کا ایک خاص مقصد ہوتا ہے، بس بہنیں اتنا سمجھ لیجیے کہ کچھ پڑھنے والوں کا فائدہ مقصود ہوتا ہے۔ ویسے رفعت دوبارہ قلم اٹھا چکی ہیں۔ ایک بہت ہی زبردست کہانی آچکی ہے۔ ہمیں اتنی پسند آئی کہ عام شمارے میں شائع کرنے کو دل نہیں چاہا اور اسے آنے والے سالنامے کے لیے رکھ لی۔ بچوں کا اسلام کے لیے بھی اُن کی تحریریں باقاعدگی سے آنے لگی ہیں۔

☆☆☆

جدید قدرتی جڑی بوٹیاں کشتہ جات سے علاج بنا کسی سائیڈ ایفیکٹ | ہمارا طریقہ علاج پانچ ہزار سال سے رائج ہے | 124000 پیغمبر اسلام کی سنت ہے | قرآن اور حدیث سے ثابت ہے

دنیا میں کوئی ایسا مرض نہیں ہم نے جس کا علاج نہ پیدا کیا ہو (القرآن)

حکومت پاکستان سے منظور شدہ: رجسٹرڈ نمبر 165773

ڈاکٹر فہیم ہربلسٹ (گولڈ میڈلسٹ)

ورکشاپ لیکچرار، مختلف تعلیمی ادارے

حجامہ سیکھئے، بمع سرٹیفکیٹ

پریکٹیکل ماہر اساتذہ، 12 مضامین

- شوگر کتنی ہی کیوں نہ بڑھتی ہو ◆ انسولین ہی کیوں نہ لگتی ہو
- گنج پن، ہیئر فال سے نجات ◆ پرانے سے پرانے درد کا خاتمہ
- ہر طرح کی مردانہ و زنانہ کمزوریوں کا خاتمہ
- انگریزی ادویات اور اس کے سائیڈ ایفیکٹ سے چھٹکارا
- ہر طرح کے زنانہ، مردانہ پیچیدہ امراض سمیت بگڑے ہوئے امراض کے ماہر
- ہر قسم کے روحانی/نفسیاتی/دماغی امراض کا علاج اصل جڑی بوٹیوں سے
- تھائی رائیڈ مردانہ زنانہ ہارمون اور موٹاپے کا خاتمہ

تمام لاعلاج بگڑے ہوئے امراض کا تسلی بخش علاج کیا جاتا ہے فائدہ اُٹھانے والے مریضوں کی ویڈیو ہمارے یوٹیوب چینل ڈاکٹر فہیم ہربلسٹ پر ضرور دیکھیں

شفاء یاب ہونے والے مریضوں اور نسخہ جات کی ویڈیوز دیکھنے کیلئے ہمارے Youtube چینل اور Facebook پیج کو لائک، شیئر اور سبسکرائب کیجئے۔

3 دن میں شوگر

بلڈ پریشر/کمزوری کنٹرول

قوت مدافعت بحال انشاء اللہ

حجامہ کا سامان دستیاب ہے
DR FAHEEM HERBALIST

کراچی * کوئٹہ * ملتان * دبئی * شارجہ * کویت * سعودی عرب * بحرین

YouTube | facebook | Dr. Fahim Herbalist

کسی بھی قسم کے فری مشورے اور چیک اپ کیلئے

0307-5444381, 0313-3313381

تھوڑی سی احتیاط

ڈاکٹر زاہدہ ثقلین

گل ناز نے ایک بغیر سر کے مردہ بچے کو جنم دیا۔

جس جس نے سنا، کانوں کو ہاتھ لگائے۔ گل ناز کی ساس نے بے چاری تکلیف اور غموں سے چور زچہ کے وہ لتے لیے کہ اُس کا دل چاہا، زمین پھٹے اور وہ سما جائے۔ ساس نے کوسنے دیتے ہوئے اسے منحوس قرار دیا اور بیٹے کی دوسری شادی کروانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

بے چاری گل ناز سارا دن تکیے میں منہ دیے پڑی رہی، روتی رہی اور اللہ کو پکارتی رہی۔ بچے کا دکھ اپنی جگہ بہت بڑا تھا، مگر ساس اور گاؤں والیوں کی باتیں تو گویا دل کو چیرے جا رہی تھیں۔ دوپہر کو اُس کی نند جو کھانا رکھ گئی تھی، وہ ایسے ہی رکھا تھا۔ ہر شے سے اُس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ اُس کا شوہر صادق شہر میں ایک فیکٹری میں ملازم تھا اور ہفتے کی شام کو گھر آتا تھا۔ آج جمعہ تھا۔ کسی نے صادق کو اِس سانحے کی اطلاع نہیں دی تھی کہ ساس نے سختی سے منع کر دیا تھا۔ نند نے اُس کی دلجوئی کی کوشش کی مگر ساس نے ڈانٹ کر وہاں سے اٹھا دیا۔ اگلے ماہ گل ناز کی نند اور دیور کی شادی تھی اور اُس کی ساس نہیں چاہتی تھی کہ اس کی نحوست اُس پر پڑے۔

اگلے دن صادق گھر لوٹا تو اِس خبر نے اس کے پاؤں تلے زمین ہی نکال دی۔ وہ کتنی ہی دیر صحن میں گم صم بیٹھا رہا اور اُس کی ماں بولتی رہی اور گل ناز کے خلاف اکساتی رہی۔

آخر ہمت جمع کر کے وہ بولا: ''اماں! اللہ کی مرضی ایسے ہی تھی، بندوں کا کیا زور۔''

اماں نے یہ سن کر منہ بنا لیا تو وہ اٹھا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ محبوب بیوی کی حالتِ زار دیکھ کر اُس کا دل کٹ کے رہ گیا۔ گل ناز کو اتنی دیر بعد کوئی ہمدرد ملا تو بلک بلک کر روئی۔ صادق اسے تسلیاں دیتا، امید دلاتا رہا۔ آنسو تھمے تو دل کافی ہلکا ہو چکا تھا۔ صادق اِدھر اُدھر کی ہلکی پھلکی باتیں کرتا رہا تا کہ گل ناز کا دھیان بٹے۔ اچانک اُسے کچھ یاد آیا، ماتھے پر ہاتھ مار کر بولا: ''ایک خوشی کی خبر ہے تمھارے لیے۔ میں نے کوارٹر کے لیے جو درخواست دی تھی وہ منظور ہو گئی ہے۔ اگلے ہفتے چابی مل جائے گی۔ قاسم اور نازو کی شادی کے بعد میں تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔''

''سچ؟'' گل ناز کھل اٹھی۔

''بالکل سچ، بس اب تم پریشان نہ ہونا۔ ہم اللہ سائیں سے دعا کریں گے، وہ ہمیں صحت مند اولاد دے گا۔''

''میں تو کل سے دعائیں ہی مانگ رہی ہوں۔'' اس کی آنکھیں پھر نم ہو گئیں۔

''بس بس رونا نہیں۔ ایک دن مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ جو بچہ فوت ہو جائے اور اُس کے ماں باپ اس پر صبر کریں تو وہ جنت میں اپنے بچے کے ساتھ اکٹھے ہوں گے۔''

''واقعی؟'' وہ بے یقین ہوئی۔

''لو، مولوی صاحب جھوٹ تھوڑا ہی بولیں گے۔'' صادق نے برا منایا۔

گل ناز کے دل کو تسلی ہوئی، پھر اس نے اللہ سے کوئی گلہ نہ کیا۔ دل کا درد تو اپنی جگہ تھا، مگر زبان پر شکوہ نہ آیا۔

سوموار کی صبح صادق جاتے ہوئے ماں کو بھی یہ خبر دیتا گیا کہ بھائی بہن کی شادی کے بعد وہ گل ناز کو ساتھ لے جائے گا اور وہ بھی خوش ہو گئی۔

اب اس کی ساری امیدیں دوسری بہو سے تھیں۔

.....☆.....

گل ناز اپنی ہمسائی کے ساتھ سرکاری ہسپتال میں ڈاکٹرنی کے سامنے بیٹھی تھی۔ اسے شہر آئے چار ماہ ہو گئے تھے۔ صادق کے دو کمروں کے کوارٹر کو اُس نے اپنے سلیقے سے سنوار دیا تھا۔ ہمسائے بھی بہت اچھے ملے تھے۔ گل ناز کا خوب دل لگ گیا تھا۔ سامنے والے گھر میں رہائش پذیر شہناز باجی سے تو اُس کی دوستی خاصی گہری ہو گئی تھی۔ اُن کے دو بچے تھے۔ بیٹا اسکول جاتا تھا اور تین سالہ بیٹی کو گل ناز اکثر اپنے گھر لے آتی تھی۔ شہناز باجی کو ہی اُس نے اپنے بچے کے بارے میں بتایا تھا اور آج وہی اصرار کر کے اسے ہسپتال لے کر آئی تھیں۔ گل ناز بہت گھبرا رہی تھی۔ شہناز باجی ہی اس کی ترجمانی کر رہی تھیں۔

''جی.....؟'' ڈاکٹر صاحبہ ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''ڈاکٹر صاحبہ! اِس کی شادی کو تین سال ہو گئے ہیں۔ اُس کا پہلا بچہ تقریباً چھے ماہ پہلے پیدا ہوا۔ گھر میں ہی کیس ہوا تھا۔ بچہ بے چارا مرا ہوا پیدا ہوا اور اُس کا سر بھی نہیں تھا۔''

''اوہ افسوس ہوا۔'' ڈاکٹر نے تاسف سے سر ہلایا پھر گل ناز سے پوچھا:

''آپ نے امید کے دنوں میں کوئی دوا استعمال کی تھی؟''

''کوئی نہیں۔''

''شروع کے مہینوں میں کوئی چھوٹی سی پیلی گولی کھائی تھی؟''

''نہیں۔''

''آپ کہاں سے آئی ہیں؟'' اُس نے اپنے گاؤں کا نام بتایا۔

''وہاں لیڈی ہیلتھ ورکرز گھروں میں نہیں جاتیں؟''

''جاتی ہیں۔ ہمارے گھر بھی آئی تھی اور اُس نے میری ساس کو کہا تھا کہ صرف ایک گولی ہے جو روزانہ کھانی ہو گی، اُس سے ہونے والا نومولود صحت مند ہو گا، مگر میری ساس نے سختی سے منع کر دیا کہ ہم کوئی دوا استعمال نہیں کریں گے، پھر وہ دوبارہ نہیں آئی۔''

گل ناز نے تفصیل سے بتایا۔

''اور آپ نے ان دنوں میں الٹرا ساؤنڈ بھی نہیں کروایا.....؟''

''نہیں۔''

''خیر جو ہوا، ہو گیا، اب آپ یہ گولی باقاعدگی سے استعمال کریں۔''

ڈاکٹر نے پرچے پر ایک دوا کا نام لکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔

''روزانہ ایک گولی کھانی ہے۔ اِس دوران میں امید بھی ہو جائے تو بھی ہرگز نہیں چھوڑنی۔ پہلے تین ماہ میں فولک ایسڈ کی یہ گولی نہایت ضروری ہے، جو بہت ہی زیادہ سستی اور عام ملتی ہے۔ یہ کوئی کیمیکل نہیں بلکہ ہماری غذا کا ایک اہم جز ہے، ایک قسم کا وٹامن جس کی کمی کی وجہ سے بچے میں نقص پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے سر نہ بننا، کمر پر پھوڑا ہونا وغیرہ۔ پچھلی بار میں آپ کے ساتھ یہی مسئلہ ہوا ہے۔ اچھا چوتھے یا پانچویں مہینے میں الٹرا ساؤنڈ بھی ضرور کروا لینا چاہیے تا کہ اگر کوئی نقص ہے تو پہلے علم ہو جائے۔''

''بہت شکریہ ڈاکٹر صاحبہ!'' گل ناز اور اُس کی ہمسائی باہر آ گئیں۔ انھوں نے ایک ماہ کی خوراک خریدی اور گھر لوٹ آئیں۔

شام کو صادق آیا تو گل ناز نے حسبِ معمول اسے دن بھر کی رپورٹ پیش کی۔ اس نے بھی سراہا اور دوا باقاعدگی سے لینے کی تلقین کی۔

.....☆.....

اُدھر ہسپتال میں ڈاکٹر صاحبہ سوچ رہی تھیں کہ تھوڑی سی بے احتیاطی اور لاپروائی سے بے چاری ماں کتنے کرب سے گزری ہوگی۔ یہ ایک ماں کی کہانی اُن کے پاس پہنچی تھی، نجانے اور کتنی مائیں علم نہ ہونے کی وجہ سے ایسی صورتِ حال کا شکار ہوتی ہوں گی۔ انھوں نے اپنی ساتھی ڈاکٹر سے ذکر کیا اور ارادہ ظاہر کیا کہ اُس گاؤں کی خواتین کو اِس بارے میں آگہی دینی چاہیے۔ انھوں نے جب گاؤں کا نام بتایا تو کمرے میں موجود آیا جی بولیں: ''میڈم! میری خالہ اِسی گاؤں میں رہتی ہیں۔ خالو وہاں کے سرکاری اسکول میں پڑھاتے ہیں۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' ڈاکٹر صاحبہ خوش ہوگئیں، پھر کیلنڈر پر تاریخوں کا حساب دیکھ کر آیا جی سے مخاطب ہوئیں:

''آپ اپنی خالہ سے بات کرلیں کہ اگلی اتوار کو خواتین کو اکٹھا کرلیں۔ ہم وہاں آئیں گے اور انھیں صحت کے مسائل کے بارے میں بتائیں گے۔''

''میں آج ہی بات کرتی ہوں میڈم۔''

''اور انھیں کہنا کہ لیڈی ہیلتھ ورکر کو بھی ضرور بلائیں۔''

''جی ٹھیک ہے۔''

.....☆.....

گاؤں کی بیشتر خواتین اسکول کے صحن میں جمع تھیں۔ شہر سے دونوں ڈاکٹرز آیا جی کی ہمراہی میں آئی تھیں۔ انھوں نے امید کے دنوں میں احتیاط اور دواؤں کے استعمال کے بارے میں بتایا، پھر پروجیکٹر میں کچھ بچوں کو دکھانے لگیں۔

''یہ دیکھیں اگر زچہ میں فولک ایسڈ کی کمی ہو تو ایسے بچے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔'' گل ناز نے ایک بغیر سر کے بچے کو دیکھا تو گل ناز کا بچہ ذہن میں گھوم گیا۔

وہ گم صم دیکھتی رہ گئی۔

''یہ دیکھیں، یہ فولک ایسڈ کی گولیاں ہیں۔''

ڈاکٹر نے پلاسٹک کی ڈبی میں سے پیلے رنگ کی گولیاں نکالیں اور خواتین کے قریب آگئیں تاکہ وہ اچھی طرح دیکھ لیں۔

گل ناز کی ساس نے اِس ڈبی کو دیکھا اور انھیں کچھ یاد آیا۔

لیڈی ہیلتھ ورکر نے ایسی ہی ڈبی انھیں دکھاتے ہوئے کہا تھا کہ آپ کی بہو امید سے ہے، اسے یہ گولی ضرور کھلائیں۔'' انھوں نے ڈبی اسے واپس کرتے ہوئے آئندہ وہاں نہ آنے کا حکم دے کر دروازہ بند کر دیا تھا۔

پھر وہ دن یاد آیا، جب بچے کی پیدائش ہوئی تھی۔ انھوں نے گل ناز کو برا بھلا کہا تھا کہ اُس نے ایسا بچہ پیدا کیا۔ قصور تو اُن کا اپنا تھا۔ مارے شرمندگی کے اُن کا برا حال تھا۔

وہ گولیوں کی ڈبی ہاتھ میں دبوچے گھر لوٹ آئیں۔ ڈاکٹرز نے باقی خواتین میں بھی گولیاں تقسیم کیں، جو خواتین پڑھ سکتی تھیں انھیں کتابچے دیے گئے۔ شکریے اور دعاؤں کے ساتھ وہ رخصت ہوئیں۔ اللہ کے سوا کون جانتا تھا کہ اُن کے اس عمل سے کتنے گھروں میں خوشیاں اترنے والی تھیں۔

.....☆.....

گل ناز نے گولی کھانے میں ناغہ نہ کیا۔ پھر خوشی کے دنوں میں صادق خود اسے باقاعدگی سے ہسپتال لے جاتا رہا۔ دوا بھی جاری رہی اور دعا بھی۔

.....☆.....

اُدھر گاؤں میں گل ناز کی ساس نے اسی دن سے اپنی چھوٹی بہو کو وہ ڈبی دی اور ہدایت کی کہ اسے ضرور کھائے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ جو گل ناز کے ساتھ ہوا وہ دہرایا جائے۔ اب کے لیڈی ہیلتھ ورکر آئی تو اسے کھلے دل سے خوش آمدید کہا گیا۔

.....☆.....

آج اُن کے گھر میں خوب رونق تھی۔ گل ناز اور صادق بھی آئے ہوئے تھے۔ اللہ نے انھیں صحت مند، خوب صورت بیٹے سے نوازا تھا اور اس کے دو ماہ بعد ہی قاسم کے ہاں بیٹی کی صورت میں رحمت اتری۔ دونوں بچوں کا آج اکٹھے عقیقے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بچوں کی دادی کی خوشی کا کیا کہنا۔ بار بار اُن کی آنکھیں نم ہو جاتیں اور اُن کا رواں رواں رب کے حضور شکر گزار تھا۔

انھوں نے اسی دن چپکے سے گل ناز سے معافی بھی مانگ لی تھی اور گل ناز روتے ہوئے اُن کے گلے لگ گئی تھی۔ ☆☆☆

لعنت اللہ علی الکاذبین ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

جوہر تربوز مرکب

جسم میں ٹھنڈک، تازگی اور فرحت پیدا ہوتی ہے۔ گھبراہٹ، بے چینی اور دھڑکن کی تیزی میں سکون بخشتا ہے۔ ابتدائی یرقان، سوزاک، پیشاب میں جلن اور درد میں مفید ہے۔ آنکھوں کی گرمی، جلن، سوزش اور چہرے کی زردی دور کرتا ہے۔ ہائی بلڈ پریشر، جسم اور خون میں گرمی کی حدت کو رفع کرتا ہے۔ قیمت -/1580 روپے

خمیرہ جوہر کدو مرکب زعفرانی

یاداشت کو تیز، تیز تر اور تیز ترین بنانیوالی دوا

جوہر کدو دماغ کو کمپیوٹر کی طرح طاقت ور اور تیز بنائے۔ جوہر کدو، برین پاور اور ہائی کلاس میموری پاور ہے۔ جوہر کدو ایک مکمل میموری پیکج ہے جو ذہن کو تیز کرتا ہے۔ یاداشت کا خزانہ ہے۔ تخلیقی، ذہنی اور دماغی صلاحیتوں کو کئی گنا بڑھاتا ہے۔ قیمت -/1580 روپے

فری ہوم ڈیلیوری کیلئے ملک بھر سے ابھی فون کریں اور رقم کی ادائیگی پارسل ملنے پر کریں

0308-7575668 قائم شدہ 1950 دارالخدمت

یادیں ہم سفر میری

بڑی امّی

خولہ بنت احسان

وہ سب چھوٹے بڑوں کی 'بڑی امی' تھیں۔

رشتے میں دیکھا جائے تو میری پڑنانی یعنی میری امی کی دادی اماں تھیں۔ بہت زیادہ نیک، پرہیز گار اور برسوں کی تہجد گزار۔ طبیعت چاہے جیسی بھی ہوتی، کبھی نماز چھوڑی نہ روزہ۔ بیماری کی وجہ سے کبھی طبیعت ناساز بھی ہوتی تو کہتیں، تہجد کے وقت میری آنکھ خود ہی کھل جاتی ہے، پھر سوچتی ہوں قبر میں حشر تک سونا ہی تو ہے، بس یہی سوچ کر اٹھ جاتی ہوں۔ پردے کا آخری عمر تک بہت خیال رکھتی تھیں۔

ایسی عظیم ماؤں کی اولاد بھی بفضلِ خدا عظیم ہوا کرتی ہے۔ جی ہاں! قائدِ اہلِ سنت والجماعت علامہ محمد احمد لدھیانوی انھی کے فرزند ہیں۔

آپ کے شوہر کا نام صدر الدین تھا۔ مزاحاً کہتیں کہ میں صدر کی بیوی ہوں اور صدر کی ماں ہوں۔

وہ بہت خوش اخلاق تھیں۔ یادداشت بھی بہت اچھی تھی کہ ہر پرانی سے پرانی بات انھیں یاد رہتی تھی۔ وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والوں میں سے تھیں۔ اُن کا تعلق لدھیانہ سے تھا۔

بتاتی تھیں کہ ہجرت کے وقت اُن کا ایک ہی بیٹا تھا، وہ بھی دورانِ ہجرت فوت ہوگیا۔ میاں بیوی نے صبر کیا اور پاکستان آ کر کمالیہ میں رہائش پذیر ہوگئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں چھے بیٹوں، تین بیٹیوں سے نوازا۔

یوں تو چھے بیٹے تھے لیکن میرے نانا ابو چوں کہ سب سے بڑے تھے تو اُن کی مستقل رہائش نانا ابو کے گھر ہی رہی۔ چھٹیوں میں جب سب نانا ابو کے گھر میں جمع ہوتے تو سب انھی کے پاس اکٹھے ہو کر بیٹھتے۔ سب کو اکٹھے دیکھ کر بہت خوش ہوتیں۔ وہ بچوں بڑوں سب کی دوست تھیں۔ سچ ہے بزرگوں کے دَم سے بہت رونق ہوا کرتی ہے۔

بڑی امی کے پاس سارا دن آس پاس کی خواتین آتی رہتی تھیں۔ کوئی دَم کروانے آتی تو کوئی اپنا حالِ دل سنانے۔ کوئی ضرورت مند آتی تو کبھی خالی ہاتھ واپس نہ جانے دیتیں۔

ہر عید پر اپنے بچوں سے لے کر اُن کے بچوں اور پھر اُن کے بچوں تک سب کو عیدی دیتیں۔ خاندان میں جتنے بھی حافظ قرآن ہیں، انھیں اعزازی عیدی ملتی۔

اُن کی وفات سے گویا سارا خاندان ماں کے سائے سے محروم ہوگیا۔

ہر آنکھ اشک بار تھی۔ ان کا جنازہ ماشاء اللہ بہت بڑا تھا۔ گویا اُن کی بخشش کا ثبوت تھا۔

انھیں دنیا سے گئے قریب چار سال ہوگئے۔ آج بھی اُن کا خیال آتا ہے تو ان کا نہایت شفیق وجود آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو جنت کا باغ بنا دے، آمین! ☆☆☆

گردہ، پتہ، ٹانسلز و ناک نہ کٹوائیں، ناک کا بڑھا ہوا گوشت، ہڈی، ٹانسلز، گردہ، پتہ، پتھری
بغیر سرجری علاج
بے اولادی۔ لیکوریا۔ رسولیاں۔ چھوٹا قد۔ کمزور بال۔ چہرے پر بال۔ ڈسٹرب ہارمون
بواسیر۔ قبض۔ گیس۔ پیریڈز کے مسائل۔ نفسیاتی مسائل۔ ٹینشن۔ ڈپریشن انزائٹی
سینہ و معدہ کی جلن۔ اولاد نرینہ۔ بلڈ پریشر۔ کمر درد۔ ڈلیوری کے بعد جسم پر
نشان و وزن بڑھنا کا شافی علاج
رابطہ
ڈاکٹر حکیم مسعود لطیف
ولیڈی طبیب ڈاکٹر مسعود لطیف
مردانہ، زنانہ اور بچگانہ
امراض کے ماہر
گھر بیٹھے دوا منگوانے
کیلئے رابطہ نمبر
0307-7006070
مشورے کا وقت:
صبح 10 بجے سے دوپہر 2 بجے
رات بعد نمازِ مغرب تا 11 بجے
آپریشن کروانے سے پہلے ایک بار مشورہ کیلئے ضرور رابطہ کریں
کینسر کے مریض بھی ایک بار ضرور رابطہ کریں

میکے کے کچن میں شوربے والی میکرونی

زوجہ مجیب الرحمٰن

کافی دیر سے قلم اور کاغذ ہاتھ میں تھامے بیٹھے سوچ رہے ہیں کہ کیا لکھیں؟

کافی دیر سوچنے کے بعد اِس نتیجے تک پہنچے کہ کیوں نہ بہنوں سے اپنا ایک تجربہ بانٹیں، شاید میری جیسی بہنوں کے کام آسکے۔

ہماری شادی جب ہوئی تو باورچی خانے کے کاموں سے بالکل نا آشنا تھے۔ خاص طور پر سالن بنانے میں تو بالکل صفر تھے۔ اللہ کے کرم سے سسرال والے بہت اچھے ملے کہ انھوں نے نہایت صبر کا مظاہرہ کیا۔ اُن کے صبر سے شرم سار ہو کر آخر ہم نے باورچی خانے کا رخ کر ہی لیا اور جی ہی جی میں ٹھان لیا کہ کھانا پکانا سیکھ کر رہیں گے، چناں چہ ہم اس جدوجہد میں لگ گئے۔ امی فکر مند رہتی تھیں تو کچھ دنوں میں امی جان کو تسلی دی کہ اب ہم اِس قابل بنا لیتے ہیں کہ سسرال والے کھا سکیں۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ ہفتوں بعد ہم میکے گئے۔ اپنے چھوٹے بھائیوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک منجھلے بھائی نے فرمائش کر دی: ''باجی! اب تک آپ نے سسرال میں کھانا بنانا سیکھ لیا ہوگا، ہمیں میکرونی بنا کر دیں ناں!''

نوالہ ہمارے حلق میں اٹک گیا اور اوسان خطا ہو گئے، کیوں کہ ہمیں میکرونی بالکل بنانی نہیں آتی تھی۔ ہم نے کن اکھیوں سے باقی سب افراد کی طرف دیکھا۔

سب خاموشی سے ہمیں ہی دیکھ رہے تھے۔ ہم نے بھائی کی طرف دیکھا تو بولا:

''اب تو میں کھانا درمیان میں چھوڑ رہا ہوں، آج بلکہ ابھی تو میں میکرونی ہی کھاؤں گا۔'' یہ کہا اور بازار سے میکرونی کا ڈبہ لانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

لیجیے، بہنیں سسرال میں جا کر پھنستی ہیں، ہم میکے میں پھنس گئے۔

جیسے تیسے کھانا مکمل کیا اور اٹھ کر باورچی خانے کی طرف گئے۔

تب تک چھوٹے بھائی میکرونی کا ڈبہ لے آئے تھے۔ ڈبے پر نظر پڑتے ہوئے ہم خوش ہو گئے، کیوں کہ اس پر بڑا بڑا لکھا تھا: ''میکرونی بنانے کی ترکیب''

ہم نے بھائی سے ڈبہ لیا اور اسے پڑھنے لگے۔

''پہلے میکرونی کو پانی میں ابالیں.....''

ابھی اتنا ہی پڑھ سکے تھے کہ بھائی نے کہا: ''باجی! مجھے دیں، میں کھولتا ہوں ڈبہ!''

اور ہمارے ہاتھ سے ڈبہ لے لیا اور اتنی بے دردی سے پھاڑا کہ ترکیب ساری پھٹ گئی۔ ہم نے غصے سے بھائی کے ہاتھ سے ڈبہ لینے کی کوشش کی۔

''ہمیں دو، ہمیں کھولنا آتا ہے، تم باہر نکلو۔''

یہ کہہ کر ہم نے اُس سے ڈبہ لے کر میکرونی نکال کر پتیلی میں ڈالی۔ پانی اور نمک ڈالا اور چولھا جلا دیا، پھر دوبارہ ڈبہ اٹھانے کے لیے مڑے کہ پھٹے ہوئے ٹکڑوں کو ہی ملا کر پڑھ لیں گے، لیکن یہ کیا ڈبہ تو غائب تھا.....!

فوراً اِدھر اُدھر نظر دوڑائی کہ یہ ڈبہ کم بخت کہاں گیا۔ اچانک دروازے سے باہر جاتے منجھلے بھائی پر نظر پڑی، جو امی کے کہنے پر کوڑا پھینکنے جا رہا تھا اور امی جان نے کہا تھا کہ باورچی خانے کا کوڑا ابھی لے جانا۔

ہم گھبرا گئے اور اُس کے پیچھے دروازے تک گئے۔ اِس سے پہلے کہ اسے آواز دیتے یا کوئی بہانہ بناتے کہ اچانک دروازہ کھلا اور محلے کی آنٹی اندر آ گئیں۔ جب تک انھیں سلام کیا، بھائی غائب ہو چکے تھے۔

خیر آنٹی کو بٹھایا، امی جان کو بلایا اور خود باورچی خانے کی طرف لپکے۔ دیکھا تو پانی ابل رہا تھا۔ اب کانٹے کی مدد سے میکرونی کو پکڑنے کی کوشش کی کہ دیکھیں ابلی کہ نہیں تو وہ ہمارے ساتھ پکڑم پکڑائی کھیلنے لگ گئی۔ کافی کوشش کے بعد ایک عدد میکرونی ہمارے کانٹے میں پھنس گئی۔ زبان پر رکھ کر چیک کرنے کی کوشش کی تو ذائقے سے یہ سمجھ میں آیا کہ یہ میدے کی طرح ہے، لہٰذا اب ہم نے اپنا دماغ دوڑایا اور چولھا بند کر دیا۔

اب مصالحہ کیسے بنائیں؟ یہ سوچتے ہی ہمارے ذہن میں زبردست خیال آیا۔

''بس ہم آج ایک نئی ترکیب ایجاد کریں گے، کسی کو کیا پتا چلے گا۔''

چناں چہ ہم نے سبزی والے سالن کی طرح مصالحہ بنایا اور میکرونی مصالحہ ڈال دیا۔

چکھا تو ذائقہ اچھا تھا۔ اُس کے بعد ہم نے پانی سمیت پوری دیگچی کی میکرونی کو مصالحے میں ڈال دیا۔ کیوں کہ میکرونی ابھی کچی لگ رہی تھی، اُس کا حساب ہم نے دم والے چاولوں کی طرح رکھا تھا۔

دراصل ہم نے کسی شمارے میں دَم بریانی کی ترکیب پڑھی تھی کہ اُس میں چاول ابالتے وقت ایک کنی کچے چھوڑے جاتے ہیں، لہٰذا ہم نے میکرونی کے ساتھ بھی وہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا، لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اِس لیے گہری سانس لی، ایک اعتماد بھری مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجائی اور اپنی ایجاد کردہ میکرونی کی ترکیب کا اچھا سا نام سوچنے لگے۔

اسی اثنا میں امی جان باورچی خانے میں داخل ہوئیں اور ساتھ ہی ہمارا موبائل بجنے لگا۔ ہم نے کال اٹھاتے ہوئے امی کو کہا کہ ذرا میکرونی کو دیکھیے گا اور یہ کہہ کر ہم میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔

نند کا فون تھا۔ وہ پوچھ رہی تھی کہ امی (ہماری ساس) پوچھ رہی ہیں کہ کل میدہ آیا تھا، وہ کہاں رکھا ہے؟ گھر میں مہمان آ رہے ہیں، سموسے بنانے ہیں۔

''اوہ.....'' ذہن میں ایک شاپر سا لہرایا، ہم جلدی سے بولے:

''ہم ابھی آنے ہی والے تھے گھر، بس عبایا پہن رہے ہیں، آ کر بتاتے ہیں۔''

یہ کہہ کر ہم نے کال کاٹ دی۔ ہمارا گھر سے جانا اب ضروری ہو گیا تھا۔ کیوں کہ ہمیں شوربے والی میکرونی سے بھی بچنا تھا اور میدہ جسے ہم نے آٹا سمجھ کر آٹے کی پیٹی میں شاپر سمیت آئے تھے، وہ بھی جا کر چپکے سے نکالنا تھا۔

ہم عبایا پہن کر باہر نکلے تو ہال میں سب بیٹھے شاید میکرونی کا انتظار کر رہے تھے۔

ہم نے کسی کے استفسار سے پہلے ہی بتا دیا کہ جانا پڑے گا، امی اکیلی ہیں شاید کچھ بنانا پڑے۔ ابھی یہ کہہ کر ہم گھر سے باہر نکلنے (باقی صفحہ 10 پر)